سید احمد سعید کاظمی

عصمتِ انبیاء

یہ مضمون اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت اہم ہے، اور بڑے عالمانہ انداز میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اس کے متعدد پہلوؤں پر ابھی مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ جس کے لیے کسی آئندہ اشاعت کا انتظار کرنا چاہیے۔

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ قطع نظر دیگر خصوصیات و کمالات نبوت کے اتنی بات تو ہر اس شخص کے نزدیک مسلمات سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کسی کتاب اور دین سماوی پر اعتقاد رکھتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کے پیغامبر اور اس کے احکام کے مبلغ ہوتے ہیں جن کا کام لوگوں کو راہِ ہدایت دکھانا اور نجات اخروی کے طریقے بتانا ہے۔ عقل و انصاف کی روشنی میں اتنی ہی بات ان کی معصومیت تسلیم کرنے کے لیے کافی ہے۔

مگر انتہائی افسوس و تعجب ان اہل کتاب پر ہے جنھوں نے نبیوں کو نبی مان کر ان کے متعلق ایسے ناپاک منگھڑت قصے وضع کیے اور حیا سوز بہتان تراشے جنھیں سن کر انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہے، اور ایک انتہائی گنہ گار آدمی بھی ان کے تصور سے نفرت کرنے لگتا ہے۔

مثال کے طور پر سیدنا لوط علیہ السلام کا ان کی صاحبزادیوں سے متعلق وہ شرمناک واقعہ جو بائیبل میں مرقوم ہے سامنے رکھ لیجیے۔ حیا اجازت نہیں دیتی کہ وہ الفاظ نقل کیے جائیں ناظرین کرام اگر مرجع نقل کے لیے اصل عبارت دیکھنے کے خواہشمند ہوں تو پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۰ تا

۳۸ بائیبل صفحہ ۱۹ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اس کے جواب میں عیسائیوں کا یہ کہنا کہ یہ سب کچھ لوط علیہ السلام کی لاعلمی میں ہوا ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ان افعال کی نوعیت ایسی ہے جو اللہ کے نبی کی شان کے لائق کسی حال میں نہیں ہو سکتی۔ یہ بے حیائی عام آدمی کے لیے بھی سخت ذلت و رسوائی کا موجب ہے چہ جائیکہ ایک نبی کے لیے اس کا ارتکاب تسلیم کیا جائے۔ ایسی لاعلمی انبیاء علیہم السلام کے منصب نبوت کے پیش نظر عقل سلیم ایک آن کے لیے ان کے حق میں ممکن تسلیم نہیں کرتی۔ خدا کا نبی خدائے قدوس کی طرف سے نور نبوت کی وہ روشنی اور بصیرت لے کر آتا ہے جس کے ہوتے ہوئے اس قسم کی لاعلمی اس کے حق میں ممکن نہیں بلکہ ایسی حالت کا اس پر طاری ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ اس لاعلمی کے حال میں نبی نور نبوت سے محروم ہو جائے یعنی اس وقت وہ نبی نہ رہے حالانکہ نور نبوت ایسی صفت نہیں کہ کسی نبی میں کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔ نبی ہر وقت نبی ہوتا ہے اور نور نبوت اس سے کسی حال میں سلب نہیں کیا جاتا۔ ایسی صورت میں لاعلمی کا عذر پیش کرنا بجائے خود لاعلمی کی دلیل ہے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ نبوت و رسالت کے کسی کمال کی تکمیل اور اس کے ظہور کے لیے یا اللہ تعالیٰ کی کسی دوسری حکمت کے پورا ہونے کی بنا پر کسی وقت خاص میں نبی پر کسی صفت محمودہ جیسے رحم و کرم شفقت و رافت کے حال کا غلبہ ہو جائے اور اس کے باعث تھوڑے سے وقت کے لیے نبی پر ہلکا سا عدم التفات یا نسیان طاری ہو جائے تاکہ اس حال میں کمال نبوت کی تکمیل و ظہور ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کی وہ حکمت جس کا پورا ہونا اسی حالت عدم التفات پر موقوف رکھا گیا تھا، پوری ہو جائے۔ جس کی مثالیں بکثرت انبیاء علیہم السلام کے بے شمار واقعات کے ضمن میں قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔

مثلاً آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ان

کے علاوہ اللہ تعالےٰ کے دوسرے نبیوں بالخصوص آقائے نامدار تاجدار مدنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک میں اس قسم کے بہت سے واقعات پائے جاتے ہیں جو اہل علم سے مخفی نہیں، لیکن ان میں سے کوئی واقعہ ایسا نہیں جو کسی لحاظ سے بھی منصب نبوّت کے منافی ہو بلکہ ان سب کی نوعیت یہ ہے کہ ان سے کمالات نبوت کا ظہور اور اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کی تکمیل وابستہ ہے۔

اہل کتاب کے نزدیک منصب نبوّت کے بارے میں شرمناک تصور کی ایک جھلک ہم ناظرین کرام کے سامنے بائبل کے حوالہ سے پیش کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق جو اخلاق سوز واقعات اہل کتاب کے یہاں پائے جاتے ہیں ان کا تفصیلی بیان ہمارے لیے ناممکن ہے۔ اہل علم حضرات سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ بعض اہل اسلام ناقلین و مورخین نے بھی اپنی سادہ لوحی کی بنا پر وہ بعض حکایات نقل کر دیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور منصب نبوّت کے منافی ہیں۔ متاخرین علماء نے جب انھیں کتاب و سنت اور عقل سلیم کی روشنی میں پرکھا اور ان کی چھان بین کی تو ان پر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو گئی کہ یہ سب حکایات و روایات محض بے اصل ہیں اور اہل کتاب کے افترا اور بہتان کے سوا ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اور ان کے علاوہ دیگر مفسرین کرام نے اپنی تصانیف جلیلہ میں ان کا ردّ و ابطال فرمایا جیسا کہ تفسیر کبیر اور دیگر تفاسیر جلیلہ میں جابجا اس کی تصریحات موجود ہیں۔ لیکن ان بعض اہل علم مصنفین پر انتہائی افسوس ہے جنھوں نے اس قسم کی بے سروپا روایات سے متاثر ہو کر عصمت انبیاء علیہم السلام کا انکار کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ انھوں نے عصمت نبوّت کے خلاف دلائل قائم کرنے کی مذموم کوشش کی۔ انشاء اللہ ہم آگے چل کر ان کے جوابات ہدیۂ ناظرین کریں گے۔ غالباً انھوں نے بائبل کے آسمانی کتاب ہونے کی وجہ سے اس کے تمام بیانات کو قابل قبول سمجھ لیا اور یہ رائے قائم کر لی کہ آسمانی کتاب میں تحریف نہیں ہو سکتی حالانکہ یہ خصوصیت صرف قرآن مجید کو حاصل ہے کہ اس میں تحریف کلمات ممکن نہیں اسی لیے اس

کے نظم کو بھی معجز قرار دیا گیا اور فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداءكم من دون الله فرما کر اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا کہ قرآن مجید ایسا کلام الٰہی ہے جس کا کوئی حصہ الگ کر کے غیر اللہ کے کلام کا پیوند اس میں نہیں لگایا جا سکتا۔ اور تورات و انجیل کے متعلق صاف صاف ارشاد فرما دیا کہ یحرفون الکلم عن مواضعه۔ مختصر یہ کہ قرآن کا معجز ہونا جن بے شمار حکمتوں کا حامل ہے ان میں ایک عظیم الشان حکمت یہ بھی ہے کہ الفاظ قرآن میں تحریف کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن مجید نازل ہوا خاتم النبیین ہیں۔ اگر آپ کی لائی ہوئی کتاب کے الفاظ میں بھی تحریف ہو جائے تو اس کے ازالہ کے لیے کسی نبی کی بعثت ضروری قرار پائے گی جو ختم نبوت کے منافی ہے۔

چونکہ اس وقت ہمارا موضوع عصمت انبیاء ہے اس لیے ہم اس مسئلہ کو یہاں زیادہ طول نہیں دینا چاہتے۔

دین سماوی کا وجود عصمت نبوّت پر موقوف ہے

جب یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ آسمانی دین صرف انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے نازل ہوا ہے تو عصمت نبوت سے بھی مجال انکار باقی نہیں رہتی کیونکہ جو شخص مجروح ہوتا ہے وہ خود صراط مستقیم پر قائم نہیں رہتا چہ جائیکہ دوسروں کو خدا کے دین اور صراط مستقیم کی طرف بلا سکے۔

عصمت نبوّت کا عقیدہ اسلام کی خصوصیت ہے

یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے انبیاء علیہم السلام کے دامن نبوت کو ان تمام عیوب و نقائص اور ذمائم و قبائح سے پاک قرار دیا جو عظمت نبوّت کے منافی ہیں۔ اسلام کے سوا کسی دین میں عصمت نبوت کا عقیدہ نہیں پایا جاتا۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ ہمارا موضوع ہے: عصمت انبیاء علیہم السلام جس کے معنے ہیں نبیوں کی عصمت۔ لہٰذا ہم نبی اور عصمت دونوں کے معنی پر

روشنی ڈالتے ہیں تاکہ ناظرین کرام اصل موضوع کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔

نبی

لفظ "نبی" منقول عرفی ہے یعنی اسے لغت سے عرف شرع میں نقل کیا گیا ہے۔ پہلے ہم لفظ نبی کے لغوی معنی بیان کرتے ہیں جس کے ضمن میں اس کے ماخذ (نبوّۃ) کے معنی پر بھی روشنی پڑ جائے گی۔ کیونکہ مشتق میں اس کے ماخذ کے معنی کا پایا جانا ضروری ہے۔

لفظ "نبی" کے معنی

نبی کے معنی (۱) مُخبِر یعنی خبر دینے والا (۲) مُخبَر یعنی خبر دیا ہوا (۳) طریق واضح (۴) ایک جگہ سے دوسری جگہ نکلنے والا (۵) ایک جگہ سے دوسری جگہ نکالا ہوا (۶) پوشیدہ اور ہلکی آواز سننے والا (۷) ظاہر (۸) رفعت اور بلندی والا۔

لفظ نبی کے منقولہ بالا آٹھ معنی لغوی ہیں اور عرف شرع میں نبی اس مقدس انسان کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالےٰ کا ایسا مصطفےٰ، مخلص اور برگزیدہ ہو جسے اللہ تعالےٰ یہ فرمائے کہ میں نے تجھے فلاں قوم یا تمام لوگوں کی طرف اپنا مبلّغ، پیغامبر اور نبی بنایا ہے، یا میری طرف سے میرے بندوں کو میرے احکام پہنچا دے یا اس قسم کے اور الفاظ جو ان معنی کا فائدہ دیتے ہیں جیسے بعثتك و نبئتهم اللہ تعالےٰ اسے فرمائے۔ اور "نبوۃ" عرف شرع میں اخبار عن اللہ کو کہتے ہیں بعض علماء نے اطلاع علی الغیب سے بھی نبوّت کی تعبیر کی ہے جیسا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء شریف میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ارقام فرمایا ہے۔

لفظ نبی کے یہ آٹھ لغوی معنی جو بیان کیے گئے وہ سب عرفی نبی میں پائے جاتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے احکام سے خبردار کیا جاتا ہے اس لیے مخبَر ہے، اور ارشادات خداوندی کی خبر اپنی امت کو دیتا ہے لہذا مخبِر ہے، اور اس کی ذات نجات اخروی کا روشن راستہ اور معرفت خداوندی کا وسیلہ ہے اس لیے وہ طریق واضح ہے۔ اللہ کا نبی دشمنوں کی انتہائی ایذارسانی کے بعد بحکم ایزدی ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جاتا ہے، یا کفار کی طرف سے شدید عداوت کی

بنا پر بظاہر اس کا اخراج عمل میں آتا ہے اس لیے وہ خارج اور مُخرَج بھی ہے۔ نبی وحی الٰہی کی صوت خفی اور ملکی آواز کو سنتا ہے لہذا اس میں صوت خفی سننے کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ نبی علامات نبوت، معجزات و آیات کا حامل ہونے کی وجہ سے کمال ظہور کی صفت سے متصف ہوتا ہے اس لیے وہ ظاہر بھی ہے۔ جسمانی اور روحانی اعتبار سے اللہ کے نبی کا مقام سب سے بلند ہوتا ہے اس لیے اس میں رفعت اور بلندی کے معنی بھی موجود ہیں۔

نبوت اور نبی کے معنی کی یہ تفصیلات ہم نے حسب ذیل کتب سے اخذ کی ہیں: مسامرہ، نبراس شرح مواقف، مفردات امام راغب اصفہانی، اقرب الموارد، شفا قاضی عیاض، مواہب لدنیہ، عبارات مع تراجم ہدیۂ ناظرین ہیں:

۱۔ مسامرہ میں ہے

واما اصله لغة فلفظه بالهمز و به قرأ نافع من النباء وهو الخبر فعيل بمعنى اسم الفاعل اى منبِّئٌ عن الله وبمعنى اسم المفعول اى منبَّأٌ لان الملك ينبئهم عن الله بالوحى وبلا همز وبه قرأ الجمهور وهو امّا مخفف المهموز بقلب الهمزة واواً ثم ادغام الياء فيها واِمّا من النبوة او النباوة بفتح النون فيهما اى الارتفاع فهو ايضاً فعيل بمعنى اسم الفاعل او بمعنى اسم المفعول لان النبى مرتفع الرتبة على غيره او مرفوعها ..... الخ (مسامرہ جلد دوم طبع مصر ص ۸۳)

از روئے لغت لفظ نبی کی اصل ہمزہ سے ہے یہی نافع کی قرات ہے اور اس لفظ سے نبأ سے مشتق مانا ہے جس کے معنی "خبر" ہیں (اس تقدیر پر) لفظ نبی فعیل کے وزن پر اسم فاعل ہے جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا۔ یا مفعول ہے جس کے معنی ہیں منجانب اللہ خبر دیا ہوا۔ اس لیے کہ فرشتہ نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ساتھ خبر دیتا ہے، اور بلا ہمزہ کے بھی اس کی اصل ہو سکتی ہے۔ جمہور کی قرات یہی ہے۔ اور اس قول پر لفظ نبی کو مہموز کا مخفف مانا جائے گا بایں طور کہ اس کا ہمزہ واؤ سے بدلا گیا ہے۔ پھر اس میں یا کو مدغم کر دیا گیا ہے یا یہ کہا جائے کہ وہ نبوۃ یا نباوۃ سے ماخوذ ہے ان دونوں میں نون مفتوح ہے۔ ان دونوں لفظوں کے

معنی ہیں "ارتفاع"۔ اس تقدیر پر بھی لفظ نبی فعیل کے وزن پر اسم فاعل یا اسم مفعول ہے۔ کیونکہ نبی اپنے غیر پر بلند مرتبہ رکھنے والا ہوتا ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ وہ رتبہ کے اعتبار سے بلند کیا ہوا ہوتا ہے۔

۲۔ نبراس میں ہے:

فالنبي مشتق من النبأ بفتح الباء وهو معنى الاخبار او الظهور او من النبأة بسكون الباء وهو الصوت الخفي وكل من المعاني الثلاثة صحيح في النبي لانه مخبر وظاهر الحقيقة وسامع الوحي ۔ (نبراس ص ۸)

پس لفظ نبی نبأ بفتح الباء سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "اخبار" یا "ظہور"۔ یا نبأۃ بسکون الباء سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "پوشیدہ آواز" اور یہ تینوں معنی نبی میں پائے جاتے ہیں کیونکہ وہ خبر دینے والا بھی ہے اور علامات نبوت کے ساتھ بحیثیت نبی ہونے کے، ظاہر الحقیقت ہے اور وحی الٰہی (صوت خفی) کو سننے والا ہے۔

۳۔ شرح مواقف میں ہے:

(المقصد الاول في معنى النبي) وهو لفظ منقول في العرف عن مسماه اللغوي الى معنى عرفي اما المعنى اللغوي (فقيل هو المنبئ) واشتقاقه (من النبأ) فهو حينئذ مهموز لكنه يخفف ويدغم وهذا المعنى حاصل لمن اشتهر بهذا الاسم (لانبائه عن الله تعالى وقيل) النبي مشتق (من النبوة وهو الارتفاع) يقال

"پہلا مقصد نبی کے معنی میں" لفظ نبی اپنے لغوی مسمّٰی سے عرف شرع میں معنی عرفی کی طرف منقول ہے اس کے لغوی معنی کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ نبی کے معنی ہیں "خبر دینے والا" اور اس کا اشتقاق النبأ سے ہے اس لیے وہ مہموز ہوگا مگر مخفف اور مدغم فیہ" اور یہ معنی یعنی "خبر دینے والا" ہر اس مقدس شخص میں پائے جاتے ہیں جو نبی کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ وہ منجانب اللہ خبر دیتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ

تنبئ فلان اذا ارتفع وعلیٰ والرسول عن اللہ تعالیٰ موصوف بذالک (لعلو شانہ) وسطوع برھانہ (وقیل من النبی وھو الطریق لانہ وسیلۃ الی اللہ) شرح مواقف جلد ۸ ص ۲۱۷-۲۱۸ طبع مصر

نبوت سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں" ارتفاع "۔ عرب کے محاورہ میں تنبئ فلان اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص رفیع المرتبت اور بلند رتبہ ہو جائے۔ اور اللہ کا نبی اپنی شان کی بلندی اور برہان نبوت کی روشنی کی وجہ سے اس کمال کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اس لفظ نبی سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں " الطریق " یعنی " راستہ " کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہوتا ہے

۴۔ مفردات میں ہے: والنبأ صوت الخفی۔ مفردات ص ۵۰۰ اسی مفردات امام راغب میں ہے: النبی بغیر ھمز ..... وقال بعض العلماء ھو من النبوۃ ای الرفعۃ سُمّی نبیا لرفعۃ محلہ عن سائر الناس المدلول علیہ بقولہ ورفعناہ مکانا علیا... والنبوۃ والنباوۃ الارتفاع (مفردات ص ۵۰۰ طبع مصر)

نبأ (بسکون الباء) صوت خفی کو کہتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ " نبی " " نبوۃ " سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں رفعت (بلندی) اور نبی کا نام نبی اس لیے رکھا گیا کہ اس کا مقام تمام لوگوں سے اونچا ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا قول ورفعناہ مکانا علیا دلالت کرتا ہے۔ اور (لغت میں) " نبوۃ " اور " نباوۃ " کے معنی ارتفاع ہیں۔

۵۔ اقرب الموارد میں ہے: (النبوۃ) اسم من النبئ وھی الاخبار عن اللہ تعالیٰ ویقال النبوّۃ بالقلب والادغام (اقرب الموارد جلد ۲، ص ۱۲۵۹ طبع مصر) (" النبوۃ " اسم ہے " النبئ " سے اور وہ نبوۃ اخبار عن اللہ تعالیٰ کے معنی میں ہے اور اس لفظ النبوۃ قلب و ادغام کے ساتھ النبوۃ بھی کہا جاتا ہے۔) اسی اقرب الموارد میں ہے: النبی ایضاً الخارج من مکان الی مکان فعیل بمعنی فاعل وقیل المخرج فیکون فعیلا بمعنی مفعول۔ (اقرب الموارد جلد ۲، ص ۱۲۵۹، طبع مصر)۔ (ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف نکلنے والے کو بھی " نبی " کہتے ہیں۔ یہ فعیل کے وزن پر اسم فاعل ہے اور (ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف) نکالے ہوئے کو بھی " نبی " کہا گیا ہے)۔ (باقی)